شمائل ترمذی اور اس کی عربی شروحات
(ایک تعارف و تجزیہ)

ابوالحسن شبیر احمد *

لفظ "شَمائل" شِمال کی جمع ہے جس کے معنی سیرت، شکل و صورت، عادت، طبیعت اور اخلاق کے ہیں، اہل عرب جب کہتے ہیں: "رجل کریم الشمائل" تواس کا مطلب ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے رویہ اور اخلاق میں بہتر ہے۔ (۱) لفظ "شمل" کے اصل معنی لپیٹنے، گھیرنے اور شامل ہونے کے ہیں، اور شمال کے معروف معنی "بائیں جانب اور شمالی سمت" کے ہیں، اس لئے امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

وقیل للخلیقة شِمال' لکونه مشتملا علی الإنسان اشتمال الشمال علی البدن.(۲)

لفظ "شمال" انسان کی فطری خصوصیات کے لئے اس وجہ سے بولا جاتا ہے کیونکہ یہ انسان کے پورے جسم کو گھیر لیتی ہیں۔

اسی طرح شمائل نبوی کا مفہوم محققین کے ہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ:

"الخصال الحسنة والطبائع الجمیلة التي تتعلق بصفات النبي ﷺ الباطنةِ و الظاهرةِ"(۳)

اس سے آنجناب رسول اللہ ﷺ کی عادات عالیہ اور طبعی محاسن مراد ہیں جن کا تعلق آپ ﷺ کی باطنی اور ظاہری اوصاف مبارکہ سے ہوتا ہے۔

گویا شمائل نبوی آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک اہم حصہ ہیں، کیونکہ سیرت النبی میں آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے جملہ حالات کو عمومی زندگی کے مراحل کے مطابق بیان کیا جاتا ہے، جبکہ شمائل نبوی میں آپ ﷺ کے مبارک خد و خال، سراپا، چال ڈھال، استعمال کی اشیاء، فضائل و عادات اور محاسن اخلاق آپ کی ذاتی حیثیت سے زیر بحث لائے جاتے ہیں۔ اسلامی علوم و معارف میں شمائل نبوی ﷺ کو فکری، علمی اور فنی حیثیت سے نہایت بلند مقام حاصل ہے، جن سے نہ صرف اہل ایمان کو اپنے پیغمبر علیہ السلام کی صحیح معرفت حاصل ہوتی ہے بلکہ ان پر آپ ﷺ کی طبعی و فطری خصوصیات منکشف ہوتی ہیں اور آپ کے کمالات و امتیازات کا حقیقی ادراک حاصل ہوتا ہے اور ان کے دل میں ایمان بالرسالت اور آپ کی والہانہ محبت کے ساتھ ساتھ جذبہ اطاعت و اتباع میں استحکام، گرویدگی اور مٹھاس پیدا ہوتا ہے۔

جہاں تک اس فن کے آغاز وارتقاء کا تعلق ہے تو عہد نبوی اور عہد صحابہ ہی سے آپ صلی اللہ وسلم کے ذاتی احوال کا علم حاصل کرنے، جمع کرنے اور دوسروں تک منتقل کرنے کا رجحان سامنے آیا جو کہ احادیث شمائل روایت کرنے والے صحابہ کرام کے بیان اور اسلوب بیان سے بالکل واضح ہے۔ مثلاً حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بیٹے جناب خارجہ کہتے ہیں: کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام کا گروہ ہمارے گھر آیا تاکہ وہ حضرت زید سے آنحضرت ﷺ کے حالات دریافت کریں۔ (۴) حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ماموں (یعنی ام المومنین سیدہ خدیجہ کے بیٹے) حضرت

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، پاکستان۔

ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کا مبارک حلیہ بہت کثرت اور وضاحت سے بیان کرتے تھے اور میں بھی اس کا مشتاق تھا کہ اس بارے میں ان سے پوچھوں اور وہ بتائیں تاکہ میں اسے ذہن نشین کرلوں (۵)۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ:

لاشَمَمْتُ مِسکاًولاعطراً كان أطيب من عَرَق رسول الله ﷺ-(٦)

میں نے کوئی مشک اور خوشبو آپ کے پسینہ مبارک سے زیادہ معطر کبھی نہیں سونگھی۔

حضرت براء بن عازب فرماتے ہیں کہ

ما رأيت شيئاً قط أحسن منه-(٧)

میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے:

لم أر قبلَه ولا بعدَه مثلَه-(٨)

میں نے آپ جیسا نہ آپ ﷺ سے پہلے کوئی دیکھا اور نہ ہی آپ کے بعد

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی یہ حالت تھی تو بعد والوں کی کیفیت کا اندازہ اس سے بھرپور ہو جاتا ہے، اور یہی کیفیات آج بھی ہر مسلمان کی متاع حیات ہیں اور بلا شبہ یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ جس طرح قرآن و سنت اور ان سے متعلقہ علوم و فنون کی تصانیف کا سلسلہ صحابہ اور تابعین کے ادوار سے شروع ہوا اسی طرح کتب شمائل بھی اس کے ساتھ ساتھ مِنصّہ شہود پر آنے لگیں، اور محدثین اور مؤرخین کے ہاں یہ مضمون ایک مستقل فن کی حیثیت اختیار کرگیا۔ اگرچہ ابتدائی کتب حدیث و سیرت میں جزوی طور پر یہ مضمون زیر بحث رہا اور قاضی ابوالبختری وہب بن کثیر (م۲۰۰ھ) کی تالیف "صفة النبي ﷺ "(۹) اور حافظ علی بن محمد المدائنی (م۲۲۵ھ) کی تالیف "صفة أخلاق النبی ﷺ "(۱۰) جیسی بہت سی کتب (۱۱) ذکر کی جاتی ہیں لیکن یہ کتابیں وقت گزرنے کے ساتھ محفوظ نہ رہ سکیں اور ان سے اس موضوع کی فنی تشکیل اور اس کے دائرہ کار کا تعین بھی نہ ہوا۔

تیسری صدی ہجری کے وسط میں حافظ الحدیث ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م۲۷۹ھ) کی مایہ ناز تصنیف "الشمائل" کے نام سے متعارف ہوئی جسے "شمائل الترمذي، شمائل النبوية يا شمائل المحمدية ﷺ " بھی کہا جاتا ہے (۱۲)۔ امام ترمذی جو کہ صحاح ستہ کی معروف کتاب "الجامع السنن" کے علاوہ "التاریخ" اور "العلل" وغیرہ کے مؤلف ہیں، بڑی عمر میں ظاہری آنکھوں سے معذور ہوگئے مگر علم و عرفان سے ایسے معمور تھے کہ حفظ و ضبط میں ضرب المثل کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ ان کی رفعت شان اور صدق و اتقان پر ائمہ محدثین کا اجماع ہے۔ امام بخاری (م۲۵۶ھ)، امام مسلم (م ۲۶۱ھ)، ابو داؤد (م۲۷۵ھ) اور اسحاق بن راھویہ (م۲۳۸ھ) سے شرف تلمذ حاصل کیا (۱۳) اور ان کے استاذ امام بخاری خود انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ما انتفعتُ بك أكثر من ماانتفعتَ بي" (۱۴) کہ آپؒ نے بھی مجھ سے استفادہ کیا ہے لیکن میں نے اس سے کہیں زیادہ آپ سے استفادہ کیا ہے۔ شمائل ترمذی آپؒ کا عظیم الشان کارنامہ ہے ،امام ابن کثیر (م۷۷۴ھ) اس کے متعلق لکھتے ہیں:

قَدْ صَنَّفَ النَّاسُ فِي هَذَا قَدِيمًا وَحَدِيثًا، كُتُبًا كَثِيرَةً مُفْرَدَةً وَغَيْرَ مُفْرَدَةٍ، وَمِنْ أحسن مَنْ جَمَعَ فِي ذَلِكَ فَأَجَادَ وَأَفَادَ الْإِمَامُ (أَبُو عِيسَى مُحَمَّدُ بْنُ عِيسَى بْنِ سَورة التِّرْمِذِيُّ) رَحِمَهُ اللَّهُ، أَفْرَدَ فِي هَذَا الْمَعْنَى كِتَابَهُ الْمَشْهُورَ بالشَّمائل-"(١٥)

اس موضوع پر گذشتہ اور موجودہ زمانے میں بہت سی کتابیں تصنیف کی گئی ہیں، کچھ مستقل اس فن پر اور

کچھ دوسرے موضوعات سے مخلوط ہیں، لیکن اس پر سب سے بہترین، نہایت عمدہ اور مفید مجموعہ امام ترمذیؒ کا ہے جو اس موضوع کی منفرد کتاب ہے اور "الشمائل" کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے۔

چنانچہ امام محمد عبدالرؤف مناوی (م ۱۰۳۱ھ) لکھتے ہیں:

فإن کتاب الشمائل لِعَلَمِ الروایة و عالِمِ الدرایة الإمام الترمذي' جعل الله قبرَہ روضةً' عَرْفُھا أطیب المِسك الشَذِي' کتاب وحید في بابه فرید في ترتیبه و استیعابه لم یأت له أحد بمماثلٍ ولا بمشابهٍ' سلك فیه منهاجاً بدیعاً ورصّعه بعیون الأخبار و فنون الآثار ترصیعاًحتی عُد ذالك الکتاب من المواھب و طار في المشارق و المغارب(١٦)

امام ترمذی علم روایت کے مینار اور علم درایت کے عظیم عالم ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو جنت کا باغ بنائیں، ان کی کتاب "الشمائل" کی خوشبو بہترین مشک سے زیادہ معطر کرنے والی ہے، اپنے موضوع کی بے مثال تصنیف ہے، اپنی ترتیب اور جامعیت میں منفرد ہے، کوئی کتاب اس کے برابر کی نہیں ہے، اس میں انھوں نے جدید اسلوب اپنایا ہے، احادیث اور اقوال صحابہ سے اس طرح مزین کیا ہے کہ اسے اللہ کا عظیم عطیہ سمجھا جاتا ہے، اور چاروں طرف اس کی شہرت ہے۔

ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

ومِن أحسن ما صُنِّف في شمائله و أخلاقه کتاب الترمذي في سیرہ،علی وجه الأتم، بحیث أنَّ مطالع ھذا الکتاب فکأنه طلعة ذات الجناب ویري من محاسنها الشریفة في کل باب(١٧)

شمائل اور اخلاق نبوی پر سب سے اچھی کتاب امام ترمذی کی ہے، جس کا تعلق سیرت سے ہے، جو ہر لحاظ سے جامع ہے، اس کے مطالعہ سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ آنجناب ﷺ کے چہرہ انور پر نظر ہو اور آپ ﷺ کے محاسن عالیہ کے تمام پہلوؤں کو دیکھا جا رہا ہو۔

مذکورہ کتاب "۵۶" ابواب اور "۳۹۷" احادیث پر مشتمل ہے۔ مکررات کو حذف کیا جائے تو کل احادیث ۳۵۲ بنتی ہیں (۱۸)۔ ان میں سے شیخ البانی کے نزدیک "۵۳" احادیث ضعیف ہیں اور "۱۴" کو حسن قرار دیا گیا ہے (۱۹)۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس تحقیق کے مطابق شمائل ترمذی کی "۳۵۲" احادیث میں سے "۵۳" ضعیف، "۱۴" حسن، "۲۸۵" صحیح اور کل مقبول احادیث کی تعداد "۲۹۹" ہے۔ اس کے علاوہ شمائل ترمذی کے "۵۶" ابواب میں بیان کردہ عنوانات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے تو ان میں سے جامع اور اہم عنوانات "۲۰" بنتے ہیں۔ جنہیں قارئین کی آسانی کے لیے جامع خلاصہ شمائل کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے:

(۱) اسمائے مبارکہ (۲) حلیہ مبارک (۳) حسن کلام (۴) ملبوسات شریفہ (۵) رفتار مبارک (۶) استراحت عالیہ (۷) مہر نبوت (۸) خشوع عبادت (۹) اخلاق حسنہ (۱۰) تقسیم اوقات (۱۱) آداب مجلس (۱۲) آداب خوش مزاجی (۱۳) سامان نظافت، (۱۴) خورد و نوش کی اشیاء، (۱۵) گھریلو سامان (۱۶) علاج معالجہ (۱۷) اسلحہ (۱۸) عمر مبارک کے حصے (۱۹) وراثت نبوی (۲۰) خواب میں آپ ﷺ کی زیارت

واضح رہے کہ ان موضوعات کو پیش نظر رکھنے سے شمائل نبوی کی فنی حیثیت اور اس کے دائرہ کار کا تعین ہو جاتا ہے کہ شمائل نبوی میں پیغمبر علیہ السلام کے احوال کا مطالعہ کیا جاتا ہے جن کا تعلق آپ کی شخصیت، حلیہ اور اوصاف عالیہ سے ہو۔ بہر حال اس مبارک کتاب نے اپنے اختصار، جامعیت، حسن ترتیب، جذبہ ایمانی، حب نبوی اور خلوص نیت کی بناء پر اس

قدر مقبولیت حاصل کی کہ اس کی وجہ سے نہ صرف اس فن کی حدود متعین ہوئیں بلکہ وہ ایک مستقل علم قرار پایا اور اسکے ارتقائی سفر کے کئی سلسلے معرض وجود میں آئے،ان میں سلاسل خمسہ خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں:

۱. مستقل تصانیف شمائل
۲. شروح شمائل ترمذی
۳. رجال شمائل ترمذی
۴. مختصر شمائل
۵. نظم شمائل

علاوہ ازیں عصر حاضر میں شمائل ترمذی کی صوتی شروحات واختصارات کا چھٹا سلسلہ بھی معرض وجود میں آچکا ہے۔لیکن مقالہ ہذامیں عنوان کی مناسبت اور اختصار کے پیش نظر مندرجہ ذیل صرف" دو "سلسلوں کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

اول: شروح شمائل ترمذی
دوم: رجال شمائل ترمذی

ان سلاسل میں جو کتب تصنیف ہوئی ہیں ان میں سے اکثر دستیاب نہیں ہیں اور جو دستیاب ہیں ان میں سے کچھ زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں اور کچھ ابھی تک مخطوط کی شکل میں دنیا کے مختلف مقامات پر موجود ہیں۔اس لیے جو کتب دستیاب ہوئی ہیں ان کا مختصر تعارف، تبصرہ اور تجزیہ پیش کیا جارہا ہے۔

سلسلہ اول: شروح شمائل ترمذی

مذکورہ سلسلہ اول میں مندرجہ ذیل " پندرہ" کتب شامل ہیں:

۱. زهر الخمائل على الشمائل– جلال الدين السيوطى
۲. حاشية شمائل الترمذى– شهاب الدين قسطلانى
۳. شرح شمائل الترمذى۔حسام الدين الاسفراينى
۴. اشرف الوسائل الى فهم الشمائل۔ابن حجر مكى الهيثمى
۵. جمع الوسائل فى شرح الشمائل۔ملا على قارى
۶. شرح شمائل الترمذى۔ محمد عبد الرؤف مناوى
۷. الفوائد الجلية البهيةعلى الشمائل المحمدية۔محمد بن قاسم جسوس
۸. شرح مختصر الشمائل المحمدية ۔عبدالله بن حجازى الشرقاوى
۹. المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية۔ ابراهيم بن محمد الباجورى
۱۰. مختصر الشمائل المحمدية۔عبدالمجيد الشرنوبى
۱۱. تعليق واشراف على الشمائل المحمديه۔عزت عبيدالدعاس
۱۲. مختصر الشمائل المحمديه ۔محمد ناصر الدين الألبانى
۱۳. تحقيق وتخريج و تعليق على الشمائل المحمدية۔عبده علي كوشك
۱۴. شرح شمائل النبي ۔عبد الرزاق البدر

۱۵. تحقیق وتعلیق علی الشمائل المحمدیہ۔سعید بن عباسي الجلیمي

۱. زهر الخمائل علی الشمائل،أوصاف النبی ﷺ

زہر الخمائل علی الشمائل،اوصاف النبی ﷺ حافظ عبدالرحمٰن بن کمال الدین (م ۹۱۱ھ) کی تالیف ہے جو کہ جلال الدین سیوطی کے نام سے معروف ہیں، کبار ائمہ اسلام میں سے ہیں، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، لغت وادب وغیرہ تمام علوم میں تقریباً" چھ سو" کتب کے مصنف ہیں، اور قاہرہ میں وفات پائی (۲۰)۔ آپؒ کی یہ تالیف شمائل ترمذی کا اختصار ہے، جس سے مولف علیہ الرحمۃ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شمائل ترمذی کی روشنی میں آپ ﷺ صفات عالیہ کا تذکرہ کرنے کے ساتھ مشکل الفاظ کی تشریح بھی کی جائے. اس لیے انہوں نے شمائل ترمذی کے ابواب کی ترتیب کے مطابق ہر باب کے تحت نبوی صفات عالیہ کی لغوی تشریح کرکے ان کا مفہوم واضح کیا ہے، مثلاً شمائل ترمذی کے باب اول کے تحت ۱۴ حدیثیں تھیں تو شارح نے ان میں سے آپ ﷺ کی "۵۳" صفات مبارکہ بیان کی ہیں۔

باب دوم میں مہر نبوت سے متعلق احادیث میں سے "۱۰" اوصاف درج کی ہیں ،اس کے آخر میں حافظ ابن حجر اور قرطبیؒ کی آراء نقل کی ہیں اور بعض آراء اور بعض احادیث کے مفاہیم کا تحلیلی موازنہ کرکے ترجیح قائم کی ہے۔ شمائل ترمذی کے باب سوم سے باب ششم تک کے چاروں ابواب میں آپ ﷺ کے مبارک بالوں کا ذکر ہے تو شارح نے چاروں ابواب میں سے "۲۴" صفات اخذ کرکے اکٹھے بیان کر دی ہیں۔ باب عیش النبی ﷺ کتاب کا نواں باب ہے، اس میں آپ ﷺ کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ ﷺ نے بعض اوقات پیٹ پر پتھر باندھے ہیں، امام سیوطی اس کی حکمت یہ بیان کرتے ہیں "ان برد الحجر یخفف حرارۃ الجوع" (۲۱)۔ "کیونکہ پتھروں کی ٹھنڈک بھوک کی گرمی کی شدت میں تخفیف کا سبب بنتی ہے"۔

بعض اوقات شارح نے احادیث کے بیان کردہ احوال کو ترک کر دیا ہے، مثلاً انیسواں باب مشیۃ الرسول ﷺ ہے، جس میں آپ ﷺ کے چلنے کی کیفیات واوصاف بتائی گئی ہیں، اس میں پہلی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی ہے، جس میں بتایا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ اس طرح تیز چلتے تھے کہ یوں لگتا تھا کہ زمین آپ کے مبارک قدموں کے مابین لپٹتی چلی جارہی ہو، دوسری حدیث میں حضرت علی فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ قوت اور تیزی سے اس طرح قدم مبارک اٹھاتے تھے کہ گویا اوپر سے نیچے اتر رہے ہوں، تیسری حدیث بھی حضرت علی سے ہے کہ آپ جھک کر چلتے تھے، اس باب کے تحت شارح نے صرف ایک لفظ "تکفوا" کی تشریح پر اکتفا کیا۔ (۲۲) کہ اس سے جھکنا مراد ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ شارح نے شمائل ترمذی کی بیان کردہ تمام اوصاف کو بیان نہیں کیا بلکہ اپنے فہم کے مطابق اوصاف کے انتخاب کو ملحوظ رکھا ہے۔

۲. حاشیة علی الشمائل للترمذی

حاشیہ علی الشمائل للترمذی کے مرتب شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی (م ۹۲۳ھ) ہیں جو کہ علم قرات اور حدیث کے جلیل القدر علماء میں سے ہیں، صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری اور سیرت النبی پر المواہب اللدنیہ لکھنے کی وجہ سے آپؒ کو زیادہ شہرت ملی ہے۔ موصوفؒ نے قاہرہ میں وفات پائی۔ (۲۳) شمائل ترمذی کے باب اول کے باب ماجاء فی خلق رسول اللہ ﷺ کے تحت شارح لکھتے ہیں کہ:

"هكذا وقع في أصل سماعنا و النسخ المعتبره المقرؤة علي المشايخ الثقات العظام بل و العلماء النبلاء الأعلام و لم أرى في نسخة معتبرة خلاف ذالك" (٢٤)

"اس باب کے عنوان کے متعلق ہم نے ایسے ہی سنا ہے اور بڑے معزز علماء اور معتبر مشائخ عظام کے ہاں جو شمائل کے نسخے پڑھے جاتے ہیں اور قابل اعتبار سمجھے جاتے ہیں ان میں یہی الفاظ نقل کیے گئے ہیں اور میں نے کسی معتبر نسخہ میں اس کے علاوہ کوئی عنوان نہیں دیکھا۔"

مذکورہ عبارت سے علامہ قسطلانی نے واضح کیا ہے کہ اہل علم کے ہاں اس کتاب کا بڑا بلند مقام ہے، اور انہوں نے اپنے اساتذہ سے یہ کتاب پڑھی ہے اور اس کے کئی نسخے انہوں نے دیکھے ہیں، اور وہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ترمذی کی شمائل کے ابواب میں "ما جاء" کے الفاظ نہایت معتبر ہیں، کیونکہ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اس کتاب میں شمائل کے موضوع پر آنحضرت ﷺ کی احادیث کو بیان کیا گیا ہے۔ باب اول کی تیسری حدیث حضرت براء بن عازب کی ہے اس حدیث کی سند میں آیا ہے کہ ہمیں یہ حدیث حضرت محمد بن بشار نے بیان کی ہے اور اس سے عبدی مراد ہیں۔ تو اس پر شارح یہ لکھتے ہیں کی سند میں " العبدی" کے الفاظ میں دو احتمال ہیں، ایک یہ کہ شاید یہ الفاظ امام ترمذی نے لکھے تھے اور دوسرا احتمال یہ کہ ان الفاظ کا اضافہ بعد میں کسی طالب علم کی طرف سے کیا گیا ہے، اور پھر بتاتے ہیں کہ یہ احتمال زیادہ قوی ہے، کیوں کہ اس میں "یعنی" کے لفظ کا صیغہ غائب ہے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وہ طالب علم جس نے اس کا اضافہ کیا تھا وہ صیغہ غائب سے یہ بتا رہا ہے کہ کے مصنف کے نزدیک محمد بن بشار سے العبدی مراد ہیں۔ (۲۵) بہر حال اس شرح میں شیخ قسطلانی نے حدیث کی سند کے بعض ابہامات کو دور کرنے کے ساتھ متن شمائل کا مفہوم واضح کیا ہے اور اس میں نحوی ترکیب اور گرائمر پر زیادہ زور دیا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرح طلبہ کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر تحریر کی گئی ہے۔

۳. شرح شمائل الترمذی

عصام الدین ابراہیم بن محمد ابن عرب شاہ الاسفرلیینی (م ۹۴۳ھ)۔ آپؒ کا تعلق خراسان کے علاقہ اسفرلیین سے تھا آپ کے والد ماجد وہاں کے قاضی تھے، تفسیر بیضاوی پر آپ کا حاشیہ معروف ہے، علم بلاغت، منطق اور ادب پر بھی آپ کی تصانیف ہیں۔ (۲۶) یہ ایک تفصیلی شرح ہے جس میں حدیث کی سند میں مذکور بعض ناموں اور متن حدیث کے چیدہ چیدہ الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے، مختلف علماء کے اقوال نقل کرکے ان سے تائید حاصل کی گئی ہے، مثال کے طور پر شمائل کی پہلی حدیث میں امام ترمذی کے استاد کی کنیت "ابو رجاء" اور ان کا نام "قتیبہ" ہے تو اس پر علامہ اسفرلیینی ان کا تلفظ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اِبو رجاء کسماء ،براء وجیم" کہ " اس میں " رجاء " کا لفظ " سماء " کے وزن پر ہے "اور اس میں پہلے " را" اور پھر " جیم " ہے۔ اسی طرح "قتیبہ" کے متعلق لکھتے ہیں کہ " اس میں قاف کے بعد پہلے " تا" پھر " یا" اور اس کے بعد " با" ہے اور انھیں محدثین کے ہاں " ثقہ ثبت " کا مقام حاصل ہے اور وہ امام مسلم اور ترمذی کے استاد ہیں (۲۷)۔

بعض اوقات تشریح کرتے ہوئے ابواب کا باہمی ربط زیر بحث لاتے ہیں۔ جیسا کہ شمائل کے باب نمبر "۳۹" میں آپ ﷺ کے آرام فرمانے کا ذکر ہے اور باب نمبر "۴۰" میں عبادت کے احوال کا بیان ہے تو اس پر شارح نیند اور عبادت میں مناسبت قائم کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کا معمول یہی تھا کہ نیند سے بیدار ہو کر عبادت کو اولین اہمیت دیتے تھے۔ اور دوسری بات یہ کہ حدیث کے مطابق عالم کی نیند بھی عبادت ہوتی ہے تو ان وجوہ کی بنا پر امام ترمذی نے نیند کے بعد عبادت کا عنوان دیا ہے (۲۸)۔

۴. أشرف الوسائل إلی فهم الشمائل

شہاب الدین احمد بن حجر مکی الھیتمی (م ۹۷۳ھ) حدیث اور فقہ کے امام ہیں، جامعہ ازہر کے فاضلین میں سے ہیں، فقہ شافعی کی معروف تصنیف " المنہاج" کے شارح ہیں، آپؒ کا " فتاوی ہیتمیہ" چار جلدوں پر مشتمل ہے، مکہ مکرمہ میں

وفات پائی۔ (۲۹) آپؒ نے شمائل کے باب اول کے تحت جو بحث کی ہے اسے مقدمہ کتاب کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے جس میں شمائل کی وجہ تسمیہ، اس کے مفہوم اور اہمیت کو بیان کیا گیا ہے پھر آپ ﷺ کی عظمت و فضیلت کو قرآن و سنت اور اقوال ائمہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، آپ کی پیدائش اور بچپن کے بعض احوال پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ (۳۰) طریق تشریح یہ اختیار کیا گیا ہے کہ جس لفظ اور جملے سے متعلق ضرورت محسوس کرتے ہیں اسے لکھ کر اس کا تلفظ واضح کرنے کی ضرورت سمجھتے ہیں تو اس کی صرفی ولغوی تشریح کرتے ہیں اور مفہوم واضح کرتے ہیں اور بعض اوقات اس سے متعلقہ احادیث اور اقوال ائمہ اور تاریخی واقعات کا حوالہ بھی دیتے ہیں۔

بعض مقامات پر بڑی گہرائی سے نحوی ترکیب بیان کرتے ہیں مثلاً شمائل کی پہلی حدیث کی سند کا آغاز یوں ہوا ہے "أخبرنا قتيبة عن مالك عن ربيعة عن أنس" تو شارح اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ "أخبر" کا فعل تین مفاعیل کا تقاضہ کرتا ہے اور یہاں پر بظاہر صرف ایک مفعول ضمیر متکلم "أنا" ہے، اس مشکل کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "عن مالک" کو "ناقلاً" کے متعلق کیا جائیگا اور "عن ربيعة" نحوی ترکیب کے لحاظ سے "بسماع ربيعة" کے قائم مقام ہوگا۔ اسی طرح تاویل کرکے انہوں نے تینوں مفعول ثابت کر دیئے اور اسی ترکیب کو مد نظر رکھ کر عبارت کا یہ مفہوم بتایا کہ: "حضرت قتیبہ نے جناب ربیعہ سے حضرت امام مالک کا سماع نقل کرتے ہوئے ہمیں خبر دی۔" (۳۱)

۵. جمع الوسائل في شرح الشمائل

ملا نورالدین علی بن سلطان (م ۱۰۱۴ھ) جو کہ ملا علی قاری کے نام سے شہرت رکھتے ہیں، آپ کا تعلق افغانستان کے شہر ہرات سے ہے لیکن آپؒ نے مکہ مکرمہ میں رہائش اختیار کر لی اور چالیس برس تک یہیں رہے اور ابن حجر ہیتمی کے شاگرد ہیں۔ (۳۲) ابتدا میں مقدمہ کے طور پر علم حدیث اور علم شمائل کی اساسی مباحث بیان کی گئی ہیں۔ تالیف کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "أحب أن أدخل في زمرة الخادمين۔" (۳۳) کہ میں چاہتا ہوں کے اس کتاب کے خدام میں شامل ہو جاؤں۔

ملا علی قاری نے احادیث کی تحقیق میں دقت نظر سے کام لیتے ہوئے پیچیدہ مسائل کو حل کیا ہے. مثال کے طور پر امام ترمذی نے آپ ﷺ کے رنگ کے متعلق حضرت انس کی دو حدیثیں لکھی ہیں، ایک میں یہ ہے: "لا بأيض الأمهق ولا بالآدام" یعنی "آپ کا مبارک رنگ نہ زیادہ سفید اور نہ ہی محض گندمی تھا"۔ دوسری حدیث میں ہے "أسمر اللون۔" (۳۴) کہ آپ کا رنگ گندمی تھا۔ مذکورہ دونوں احادیث کے مابین تطبیق دیتے ہوئے شارح نے مندرجہ ذیل دو توجیہات تحریر فرمائی ہیں:

اول یہ کہ ان دو احادیث کے علاوہ ایک تیسری حدیث بھی ہے جس میں "اِزہر اللون" کے الفاظ ہیں (۳۵)۔ کہ "آپ ﷺ کے رنگ میں پھول کی تازگی اور چمک تھی"۔ لہٰذا جب تینوں حدیثوں کو سامنے رکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی مبارک رنگت میں نہ خالص سفیدی تھی اور نہ ہی محض گندمی سانولا پن، بلکہ سفیدی کے ساتھ گندمی پن کی ایسی ملاوٹ تھی کہ اس سے چہرے مبارک کی چمک اور تازگی نمایاں ہوتی تھی۔

دوسری توجیہ یہ کہ "أسمر اللون" والی حدیث کو حضرت انس سے حُمید بن ابی عبید خزاعی نے روایت کیا ہے جسے شمائل میں ذکر کیا گیا ہے لیکن اس حدیث کو حُمید کے علاوہ حضرت انس کے دوسرے شاگرد جناب انس سے روایت کرتے ہوئے "أسمر اللون" کی بجائے "أزهر اللون" کے الفاظ بیان کرتے ہیں، بلکہ حضرت انس کے علاوہ "۱۵" اور صحابہ کرام بھی اس حدیث کے راوی ہیں وہ سب "أزهر اللون" کے الفاظ سے روایت کرتے ہیں، تو اس سے معلوم ہوا کہ حُمید کے الفاظ

حضرت انس کے تمام شاگردوں اور دیگر صحابہ کرام کی روایات سے ٹکرانے کی وجہ سے مخدوش ہو جاتے ہیں (۳۶)۔

شمائل ترمذی کے باب نمبر "۱۵" میں حضرت سائب بن یزید سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بدر کی لڑائی میں دو زرہیں زیب تن فرمار کھی تھیں۔ (۳۷) اب اس حدیث پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ جناب سائب بن یزید حجۃ الوداع کے موقع پر ۷ سال کے تھے، تو وہ کس طرح غزوہ احد کے حالات بیان کر سکتے ہیں؟ اس کے جواب میں شارح نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری میں حضرت سائب بن یزید سے منقول ہے کہ غزوہ احد کے واقعات کی تفصیل انہوں نے حضرت طلحہ سے سن رکھی تھی (۳۸)۔ ملا علی قاری کے اس طرح کے جوابات اور ٹھوس دلائل سے ہر طرح کے شبہات کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔

شرح جمع الوسائل کے مجموعی مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ تشریح کے اعتبار سے اس میں بہت سی امتیازی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ اس سے پہلے کی مرتب کردہ شروحات شمائل مثلاً نسیم الدین محمد میرک اور ان کے استاد ابن حجر ہیتمی کی شروح اور شمائل ترمذی کے کئی نسخے مؤلف کے پاس موجود تھے۔ اس میں انہوں نے تفصیل کے ساتھ ممکنہ حد تک تمام متعلقہ مواد یعنی احادیث و آثار کی سند اور متن کی تخریج، لغوی، اصطلاحی، فقہی تحقیقات اور حل مشکلات کو جمع کر دیا ہے، حدیث کی صحت و ضعف اور اس کے مرفوع و موقوف ہونے پر بھی کچھ گفتگو کی گئی ہے اور حدیث و محدثین کا دفاع کرتے ہوئے شبہات کا ازالہ بھی کیا گیا ہے۔

۲. شرح شمائل الترمذي

محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفین المناوی (م۱۰۳۱ھ) کبار علمائے دین میں سے ہیں، قلّت طعام اور کثرت عبادت آپ کا شعار تھا، جامع صغیر اور شمائل ترمذی کی شرحیں آپکی وجہ شہرت ہیں، قاہرہ میں آپؒ نے وفات پائی۔ (۳۹) آپؒ کے طرز تحریر میں شستگی اور اختصار ہے، ہر باب کے آغاز میں موضوع کا تعارف کرایا گیا ہے، ہر راوی کے ساتھ ہی اس کا جامع تعارف بھی موجود ہے، غریب الفاظ کی وضاحت کی گئی ہے، مثلاً باب دوم کی پہلی حدیث میں لفظ "وجع" آیا ہے، شارح نے پہلے اس کا تلفظ بتایا پھر عربی زبان میں اس کے استعمال کی مختلف صورتیں واضح کیں کہ اس کے معنیٰ "درد اور تکلیف" کے ہیں، انسان کے اعضاء کی تکلیف کے لئے بھی یہ لفظ کئی انداز سے استعمال ہوتا ہے، اور انسان کے پورے جسم کی بیماری کے لئے بھی یہ لفظ مستعمل ہے۔

آپؒ نے پھر یہ بھی بتایا کہ یہ لفظ بطور ایک فعل اور بطور ایک اسم کے کس طرح بولا جاتا ہے اور یہ بھی واضح کیا کہ یہ لفظ زیادہ فصیحانہ انداز پر کس طرح سے استعمال ہوتا ہے (۴۰)۔ جہاں تک احادیث کی محدثانہ مباحث کا تعلق ہے تو اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مناوی نے اپنی شرح میں ملا علی قاری کی "جمع الوسائل" کی محدثانہ مباحث کا اختصار کیا ہے اور بعض مقامات پر اضافہ بھی۔ شرح مناوی کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ شیخ حصام الدین اسفرائنی پر تنقید کرنے میں بھی کوتاہی نہیں کرتے، کتاب کی ابتدا میں انہوں نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

> "وكان ممن تصدى لشرحه أ فضل المدققين وأوحد المحققين مولانا عصام الدين الأسفراييني الشافعي فأتي بما لم يسبق إليه مِن كشف النقاب عن أسرار الكتاب لكنه أكثر من الاحتمالات العقليه في هذا الفن الذي هو من الفنون النقلية مع ما هو عليه من عدم إلمامه بالأحكام الفرعية وربما أورد من المباحث ما لا تجول فيه الإفهام حتى عد ذالك عليه من السقطات والأوهام-"(٤١)
>
> "عصام الدین اسفرائینی گہری نظر اور تحقیق میں ممتاز مقام رکھتے تھے، انہوں نے سب سے پہلے اس کتاب کے اسرار و رموز منکشف کرنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ اس فن میں عقلی احتمالات کی جانب مائل ہوگئے،

حالانکہ اس فن کا بنیادی تعلق علم درایت کی بجائے علم روایت اور نقل سے ہے، اس لیے وہ اس کے بعض فروعی امور کے فہم سے قاصر رہے اور انہوں نے ایسی مباحث میں عقلی گھوڑے دوڑائے جنہیں اغلاط واوہام میں شمار کیا گیا"

دوران تشریح بھی انھوں نے اسفرایینی پر جگہ جگہ اعتراضات اٹھائے ہیں۔ مثلا باب نمبر ۳۶ کے تحت لکھتے ہیں کہ اسفرایینی نے کہا ہے کہ امام ترمذی کو آنحضرت ﷺ کے کلام، ضحک، اور مزاح کے حوالے سے تین ابواب علیحدہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ وہ اس پر ایک ہی عنوان قائم کر سکتے تھے، مناوی اس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ کلام، ضحک اور مزاح کے الفاظ میں واضح فرق ہے، لہٰذا امام ترمذی نے ابواب کو الگ کرکے زیادہ بہتر ترتیب قائم کی ہے۔ (۴۲) شارح مناوی نے ابواب کے ربط کو احسن طور پر بیان کیا ہے۔ مثلاً آٹھواں باب لباس سے متعلق ہے اور اس سے پہلے کنگھا، خضاب اور سرمہ کے ابواب تھے، تو شارح نے لکھا ہے کہ لباس انسان کی ضرورت کے ساتھ اس کی زینت کا بھی سبب ہے اس لیے امام ترمذی نے ان ابواب کو ایک ساتھ بیان کیا ہے۔ (۴۳)

بعض مواقع پر حدیث سے متعلقہ اعتراضات کے جوابات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ مثلا باب اللباس کی پہلی حدیث ہے کہ آپ ﷺ کو کرتا زیادہ پسند تھا، جبکہ آٹھویں حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ منقش چادر آپکی پسند تھی، تو ان احادیث کے مابین علامہ مناوی نے دو طرح کی تطبیق بیان کی ہے، ایک یہ کہ دونوں اپنی جگہ پر پسندیدہ تھیں: قمیص پہننے کے اعتبار سے اور چادر اوڑھنے کے اعتبار سے۔ اور دوسری توجیہ یہ کہ ممکن ہے: آپ منقش چادر اور غیر منقش قمیص کو پسند فرماتے ہوں۔ (۴۴) بہرحال یہ شرح بھی شمائل کی اہم شروع میں سے ہے۔ جس میں الفاظ کے لغوی، صرفی، نحوی توضیحات کے ساتھ محدثانہ اور فقیہانہ مباحث بھی شامل ہیں۔

۷. الفوائد الجلیة البهیة علی الشمائل المحمدیة

ابو عبداللہ محمد بن قاسم جسوس (م ۱۱۸۲ھ) اہل فاس (شمالی افریقہ) کے مالکی فقہاء میں سے ہیں، آپ نے "مختصر خلیل" کی شرح "۹" جلدوں میں تحریر کی ہے، اور تصوف اور تزکیہ میں شہرت رکھتے ہیں۔ (۴۵) شارح نے آغاز میں پہلی حدیث کی تشریح سے قبل مقدمہ کتاب کے طور پر آپ ﷺ کا شجرہ نسب اور سیرت النبی کے ابتدائی واقعات بیان کئے ہیں (۴۶)۔ اسلوب بیان یہ ہے کہ تشریح کے دوران نہایت گہری علمی گفتگو فرماتے ہیں، مثلا پہلے باب میں "خلق النبی ﷺ" سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حرف "خا" کی زبر سے ہو تو اس سے دو باتیں مراد ہوتی ہیں: اول یہ کہ انسان کی قدرتی بناوٹ جو اللہ تعالی نے ہر انسان کو عطا کی ہے۔ دوم: وہ حرکات و سکنات جو ایک انسان اٹھتے بیٹھتے اختیار کرتا ہے، تو پہلی چیز انسان کے جسم اور چہرے کی بناوٹ ہے اور دوسری چیز میں انسان کی نیند اور حرکات وعادات شامل ہیں، اور اگر "خلق" کی "خا" پر پیش ہو تو اس سے مراد اخلاقیات ہے یعنی صدق و حلم وغیرہ، لہٰذا پہلی صورت میں انسان کی ظاہری اور دوسری صورت میں اس کی باطنی اوصاف مراد ہیں۔ (۴۷)

۸. شرح مختصر الشمائل المحمدیة

عبداللہ بن حجازی بن ابراہیم الشرقاوی (م ۱۲۲۷ھ) کی پیدائش ۱۱۵۰ ہجری میں ہوئی، جامعہ ازہر مصر میں پڑھا، پڑھایا اور شیخ الجامعہ کے عہدہ پر فائز ہوئے، آپ شافعی فقیہ ہیں، علم العقائد، حدیث اور تصوف میں آپکی کی تصانیف ہیں۔ (۴۸) شارح نے پہلے شمائل ترمذی کا اختصار کیا اور پھر اس اختصار کی شرح لکھی۔ اختصار اس طرح کہ حدیث کی سند میں صحابی کے علاوہ باقی تمام راویوں کے نام حذف کر دیئے گئے ہیں، اسی طرح اگر ایک مضمون کی حدیث کئی صحابہ کرام

سے روایت کی گئی ہو یا ایسی حدیث ایک صحابی سے مختلف اسناد اور مختلف طرق کے ذریعے مروی ہو تو مؤلف ان میں سے ایک کو منتخب کرکے باقی احادیث کو حذف کردیتے ہیں۔(۴۹)

علامہ شرقاوی نے شمائل کی احادیث کی ترتیب کو تبدیل کرکے ابواب میں بھی کمی کی ہے۔ مثلا شمائل ترمذی کا باب نمبر "۴۳" روزہ کے متعلق ہے اس باب کی حدیث نمبر "۱۶" میں روزہ کا ذکر نہیں ہے بلکہ آپ ﷺ کی رات کی نماز کا ذکر ہے تو شارح نے اس حدیث کو اسباب سے خارج کرکے عبادات کے باب میں درج کردیا ہے۔ اسی طرح شرقاوی نے شمائل ترمذی کی "۳۹۷" احادیث کو "۳۲۲" احادیث میں اور اس کے "۵۶" ابواب کو "۳۰" ابواب میں تبدیل کردیا ہے۔(۵۰) شارح علیہ الرحمۃ تشریح کرتے ہوئے الفاظ کے تلفظ کے ساتھ بعض اوقات نحوی ترکیب بھی بیان کرتے ہیں۔ اور نفس مضمون کی وضاحت کے لئے قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ سے مدد لیتے ہیں۔ مثلاً باب اوّل کی حدیث نمبر "۹" میں حضرت جابر بن سمرہ کا فرمان ہے کہ ایک مرتبہ چاندنی رات کو آپ ﷺ نے سرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا تھا، میں کبھی آپ کو دیکھتا اور کبھی چاند کو تو میں نے فیصلہ کیا کہ آپ ﷺ چاند سے زیادہ حسین و جمیل ہیں، اس پر شارح لکھتے ہیں کہ:

> "فإنه كذلك عند كل مسلم رآه بنور النبوة،بخلاف الكفار فإنه عمي البصائر، قال الله تعالى :"وتراهم ينظرون إليك وهم لا يبصرون-"(۵۱)
>
> "ہر مسلمان کا یہی حال ہے کہ جو آپ ﷺ کو دیکھتا ہے وہ نورِ نبوت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، لیکن کفار کی آنکھیں اندھی ہیں وہ اس طرح دیکھنے سے قاصر ہیں اور اللہ پاک کا فرمان ہے کہ آپ کو ظاہری طور پر یہی محسوس ہوتا ہے کہ کفار آپ کو دیکھ رہے ہیں لیکن وہ آپ کو صداقت کی نگاہ سے نہیں دیکھ رہے ہوتے۔"

مذکورہ بالا عبارت میں حضرت شیخ نے جس طرح آیت مبارکہ کو حدیث سے منطبق کیا ہے یہ ایک منفرد اسلوب ہے اس سے ان کی کتاب وسنت سے گہری وابستگی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر قلبی صداقت سے آج قرآن وحدیث اور شمائل نبوی کا مطالعہ کیا جائے تو اس سے وہ بصیرت حاصل ہوسکتی ہے جس سے اسلام اور پیغمبر اسلام کا حقیقی چہرہ پہچانا جاسکے۔

۹. المواهب اللدنية على الشمائل المحمدية

ابراہیم بن محمد الباجوری (م۱۲۷۶ھ) شافعی فقیہ ہیں اور ۱۲۶۳ھ سے وفات تک جامعہ ازہر مصر کے شیخ رہے ہیں علم المنطق، الفرائض اور الکلام وغیرہ کے موضوعات پر تصانیف مرتب کی ہیں، قاہرہ میں وفات پائی۔(۵۲) آپؒ کا تحریری اسلوب نہایت عمدہ ہے، ہر باب کے ساتھ موضوع کا مفہوم واضح کرتے ہیں، مشکل الفاظ کی لفظی و معنوی جامع اور مختصر تشریح کرتے ہیں، ہر راوی کی لفظی تحقیق اور مختصر تعارف کراتے ہیں، اختصار سے نحوی ترکیب بھی بیان کرتے ہیں، مثلا باب دوم کی حدیث اول میں حضرت سائب بن یزید کے الفاظ ہیں: "ذهبت بي خالتي" کہ مجھے میری خالہ اپنے ساتھ لے گئیں۔ اس کے تحت لکھتے ہیں "با" جارہ کے دو معنی مراد لیے جاسکتے ہیں تعدیہ بھی اور مصاحبہ بھی۔ پھر اس پر سوال اٹھاتے ہیں کہ آیت مبارکہ: "ذهب الله بنورهم۔" (۵۳) کہ اللہ نے ان کا نور ختم کردیا" کے اندر "با" جارہ صرف تعدیہ کے لیے ہے تو یہاں پر حدیث میں مصاحبہ کے لئے کیوں؟ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ آیت مبارکہ میں مصاحبہ کا مفہوم ممکن نہیں ہے اس لیے مجازی طور پر تعدیہ کا مفہوم مراد لیا گیا ہے۔(۵۴)

اسی طرح حدیث کی مشکلات بھی اختصار سے حل کرتے ہیں جیسا کہ حدیث بالا کے تحت یہ سوال ہوا کہ حضرت سائب کے پاؤں میں تکلیف تھی جو کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے سر پر کیوں ہاتھ پھیرا؟ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ ممکن ہے انہیں پاؤں اور سر دونوں جگہ تکلیف ہو، لیکن آپ ﷺ نے سر کا علاج مقدم اس لیے کیا کہ بنیادی طور پر سر کی تکلیف زیادہ مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ (۵۵) کتاب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ محاسن کے اعتبار سے اس کتاب میں قدامت اور جدت کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے، اور اس میں جامعیت اور اختصار کے ساتھ طلبہ کی آسانی اور سہولت کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔

۱۰. مختصر شمائل المحمدية

ابو محمد عبدالمجید شرنوبی (م ۱۳۴۸ھ) جامعہ ازہر مصر کے مالکی فقیہ ہیں، آپ کو مالکی فقہ کی کی اہم کتابوں کی شروح لکھنے کا اعزاز حاصل ہے۔

مثلاً محاسن البهيه على متن العشاوية ، الكوكب الذرية على متن العزية ،إرشاد المسالك إلى ألفية ابن مالك اور شرح مختصر ابن أبي جمرة۔ (۵۶) ابتدا میں شمائل کی عظمت پر مقدمہ لکھا گیا ہے، ہر باب کے ساتھ موضوع کا مختصر مفہوم بیان کیا گیا ہے، اور بعض الفاظ کا تلفظ بھی ضرورت کے تحت بیان کیا گیا ہے، اسی طرح متن کے بعض مشکل الفاظ کی تشریح حواشی میں نمبر لگا کر بعض مقامات پر مختصر اور بعض مواقع پر تفصیل سے تحریر کی گئی ہے، لیکن ہر حدیث کے متن کی تشریح کے ساتھ سند کی تخریج کر کے بعض حوالہ جاتی کتب کے نام دیے گئے ہیں، اگر کسی کتاب میں حدیث کے مکمل متن کا حوالہ نہ ہو بلکہ جزوی طور پر حدیث کے ایک حصہ کا حوالہ ہو تو اس میں اس کا بھی مختصر طور پر اشارہ کر دیتے ہیں مثلاً یہ کہ "روى البخاري شطره" یا یہ کہ "أخرج مسلم بعضه۔" (۵۷)

۱۱. تحقيق وتخريج و تعليق على الشمائل المحمدية

عزت عبیدالدعاس (م ۱۴۲۰ھ) شام کے معروف فقیہ اور عالم ہیں، جامعہ ازہر مصر سے علم حاصل کیا، حمص میں "المعهد العلمی الشرعی" میں پروفیسر رہے، بہت سی کتب کے مصنف ہیں جن میں سے ایک اہم کتاب "القواعد الفقهية" بھی ہے۔ (۵۸) مذکورہ کتاب کا منہج کچھ اس طرح ہے کہ سند میں موجود شخصیات کا مختصر تعارف کرایا گیا ہے، مشکل الفاظ کا تلفظ اور مختصر مفہوم بیان کیا گیا ہے، جو الفاظ مختلف نسخوں میں تبدیل ہوئے ہیں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور ہر حدیث کے آخر میں تخریج کی گئی ہے۔ بعض اور بہت کم مقامات پر حواشی دے کر بعض اہم امور کی تشریح بھی کی گئی ہے۔ مثلاً باب نمبر "۴" کنگھا کرنے کے بارے میں ہے، اس باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں دائیں جانب کو مقدم رکھتے تھے۔ (۵۹)

اس حدیث کے ذیل میں شیخ فرماتے ہیں کہ اس سے یہ مستقل قاعدہ معلوم ہوا کہ جو کام عزت و تکریم کے ہوں ان میں دایاں جانب سے اس کام کی پہل کی جائے جیسے لباس اور موزے پہننا، مسجد میں داخل ہونا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن کاٹنا، کھانا، پینا، بیت الخلا سے نکلنا، مونچھیں کاٹنا، مصافحہ کرنا، حجر اسود کو چھونا وغیرہ، اور جو کام شرف و تکریم کے نہ ہوں ان میں بائیں جانب سے کام کا آغاز کرنا چاہیے، جیسے ناک صاف کرنا، استنجاء کرنا اور کپڑے اور جوتا اتارنا (۶۰)۔

۱۲. مختصر الشمائل المحمدية

ابو عبدالرحمٰن محمد بن حاج نوح جو کہ محمد ناصر الدین البانی کے نام سے مشہور ہیں، سابقہ صدی عیسوی کے محدثین کے امام ہیں، سعودیہ، کویت، قطر اور مصر وغیرہ کے جامعات میں پڑھاتے رہے ہیں۔ حدیث کی تخریج و تحقیق و تعلیق پر

آپؒ کی تین ہزار سے زائد تالیفات ہیں۔ اردن کے شہر عمان میں ۱۴۲۰ھ، بمطابق ۱۹۹۹ء کو وفات پائی۔(۶۱) شارح نے احادیث کی اسناد کو حذف کرکے صرف صحابی کا نام باقی رکھا ہے، احادیث کے تکرار کو اس طرح ختم کیا کہ جس حدیث کے الفاظ ایک اور ان کا راوی بھی ایک ہو اور امام ترمذیؒ نے اسے ایک سے زیادہ مرتبہ درج کیا ہو تو شیخ نے اسے ایک مرتبہ لکھا ہے اور باقی کو حذف کردیا ہے۔ ایک راوی کی وہ احادیث جو مختلف الفاظ سے مروی ہیں ان میں سے کسی حدیث کو ترک نہیں کیا گیا، اور کسی حدیث کی تشریح میں امام ترمذی نے جو کچھ تحریر کیا تھا اسے شیخ البانی نے اس طرح مختصر کیا ہے کہ اس میں سے کوئی اہم بات نہیں چھوڑی، اس طرح شمائل کی "۳۹۷" احادیث میں سے "۳۵۲" احادیث کو نقل کیا گیا ہے۔(۶۲)

اس سے معلوم ہوا شیخ نے نہایت احتیاط سے شمائل ترمذی کو مختصر کیا ہے کہ اس سے کسی حدیث کے الفاظ میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں ہوا۔ البتہ اگر کسی حدیث سے متعلق بعض الفاظ کی تبدیلی یا اضافہ کی کوئی صحیح روایت حدیث کی کسی کتاب میں موجود تھی تو اسے حواشی میں بیان کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ شیخ نے احادیث کی تخریج اس طرح کی ہے کہ جو احادیث شمائل میں ضعیف قرار پائی تھیں ان کے طرق، متابعات اور شواہد تلاش کئے تاکہ ان کا درجہ ضعف سے بلند کرکے حسن اور صحیح تک لایا جائے، چنانچہ مؤلف علیہ الرحمۃ نے کچھ ضعیف احادیث کے دیگر طرق سے تائید حاصل کرکے انہیں صحیح یا حسن قرار دیا ہے۔ اور علامتی طور پر ان کا فرق واضح کرنے کے لیے بعض احادیث کے نمبر کے سامنے صحیح یا حسن لکھا ہے، اور بعض احادیث کے متن کے سامنے صحیح یا حسن لکھا ہے، اس حساب سے اول الذکر احادیث شیخ البانی کے نزدیک صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ ہیں۔ جبکہ ثانی الذکر احادیث صحیح لغیرہ اور حسن لغیرہ ہیں۔(۶۳)

واضح رہے کہ شیخ نے احادیث کی تخریج کرتے ہوئے حواشی میں کتب حدیث کے حوالے تحریر کئے ہیں۔ اور متن میں ہر حدیث کے سامنے حدیث کا درجہ لکھا ہے اور درجات کو چار اقسام میں بیان کیا ہے۔ یعنی صحیح، حسن، ضعیف اور ضعیف جداً۔ اس کے علاوہ احادیث کے مشکل الفاظ کی مختصر توضیحات بھی حواشی میں درج کی گئی ہیں۔ اس طرح محدث البانی نے حدیث کی بہت بڑی خدمت انجام دی ہے، لیکن ان کی تحقیق میں جو سقم آئے ہیں ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے سلسلہ نمبر دو میں آرہا ہے۔

۱۳. تحقیق و تخریج و تعلیق الشمائل المحمدیة

عبدہ علی کوشک (م۱۴۳۶ھ) کا تعلق ملک شام سے ہے، جامعہ دمشق سے تعلیم حاصل کی اور ایک عظیم مصلح کے طور پر کام کیا، جامعۃ المنبر میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ایک تحقیق کے مطابق آپ "۲۵" کتب کے مصنف ہیں۔(۶۴) آپؒ کا اسلوب تحریر بہت اچھا ہے۔ ہر باب کے آغاز میں اصل موضوع پر تحقیقی بحث کرتے ہیں، جس سے موضوع کا تعارف اور اہمیت واضح ہوتی ہے، متن حدیث میں جہاں الفاظ اور جملوں میں راویوں کا اختلاف ہو، اسے مختلف کتب سے نقل کرکے اس کا موازنہ کرتے ہیں، ایسے ہی احادیث کے الفاظ کا مفہوم بتاتے ہیں اور اگر کسی لفظ کے ایک سے زیادہ مفاہیم ہوں تو دلائل کے ساتھ ترجیح قائم کرتے ہیں۔ احادیث کی تخریج کرتے ہوئے صحت وضعف کے لحاظ سے تحقیق بھی کی گئی ہے، مثلاً باب نمبر"۴۱" کی حدیث نمبر"۵" کو شیخ البانی، ماہر یاسین فحل اور سید بن عباس جلبینی نے ضعیف کہا ہے، مگر شیخ عبدہ علی ان سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"في إسناده عطيه العوفي، تكلموا فيه كثيراً وهو صدوق، في حفظه شيء ، عندي ان حديثه

لايقل من درجة الحسن وقد حسنه الترمذي كثيراً كما في هذا الحديث-"(٦٥)

"اس کی سند میں عطیہ العوفی ہیں جن کی اسنادی حیثیت پر بہت اعتراضات اٹھائے گئے ہیں، لیکن تحقیق یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں البتہ ان میں یادداشت کی کمی ہے، تو میرے نزدیک ان کی روایت کردہ حدیث حسن کے درجہ سے کم نہیں ہو سکتی اور امام ترمذی نے کئی مقامات پر ان کی تحسین کی ہے"۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عبدہ کوشک کی تحقیق بھی عمدہ ہے۔

۱۴. شرح شمائل النبی ﷺ

عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر نوجوان عالم دین ہیں۔ آپ کی پیدائش ۱۳۸۲ھ میں ہوئی۔ مدینہ یونیورسٹی کے پروفیسر اور شبکة الطريق السنة کے منتظم ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور امام بخاری کی الأدب المفرد کے شارح ہیں۔ (٦٦) آپ کی تالیف کردہ یہ کتاب منفرد طور پر ایک جدید انداز کی شرح ہے، ابتدا میں مقدمہ ہے جس میں شمائل کا مختصر مفہوم اور اہمیت کا ذکر ہے۔ ہر باب کے عنوان کے ساتھ موضوع کا جامع تعارف کرایا گیا ہے، شخصیات کا مختصر تعارف اور مشکل الفاظ کی جامع وضاحت کی گئی ہے، حدیث کے آخر میں نمبر لگا کر حواشی میں حدیث کی تخریج کی گئی ہے، ہر حدیث کے بعد متن میں ہی حدیث کے قابل تشریح جملے الگ الگ درج کیے گئے ہیں، اور ان جملوں کی تشریح قرآن وسنت اور آثار واقوال کی روشنی میں کی گئی ہے، اور اس میں جس بات کی مزید وضاحت یا حوالہ کی ضرورت تھی اس کے لئے نمبر لگا کر حواشی میں اسے بیان کیا گیا ہے (٦٧)۔ اس لئے اس کتاب کی ترتیب اور اسلوب بیان جدید اور قابل تحسین ہے، اور جدید کتب میں اس کا ممتاز مقام معلوم ہوتا ہے۔

۱۵. تحقيق و تعليق الشمائل المحمدية

سید بن عباس الجلیمی اس کے مولف ومرتب ہیں۔ آپ کا مستقل تعارف نہیں مل سکا، البتہ معہد الشہداء للعلوم الشرعیہ من تدنفحات الایمان کے نام سے ان کے بیانات نیٹ پر موجود ہیں، اور شمائل ترمذی سے متعلق ان کی تحقیق و تعلیق زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ شیخ جلیمی کا یہ تحقیقی کام کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے، خصوصاً حدیث کی سند کی تحقیق اور متن کی تشریح کے پہلو نمایاں ہیں، مثلاً باب دوم کی حدیث نمبر "۲۱" میں ہے کہ "جاء سلمان الفارسي بمائدة" حضرت سلمان فارسی رسول اکرم ﷺ کے ہاں دسترخوان لائے۔" (٦٨) اس کے تحت لفظ "مائدة" کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسکا باب "مادیمید" ہے، جس کے معنی حرکت دینا اور ہلانا کے ہیں اور دسترخان کو مائدہ اس لیے کہا گیا ہے کہ اسے محنت کر کے تیار کیا جاتا ہے۔ اسی حدیث کا ایک جملہ ہے: "فحملتِ النّخل" کہ "کھجور کے درخت کا پھل تیار ہونے لگا"۔ "اس کی تشریح یوں بیان کی ہے کہ اس میں حرف "حا" کی زیر اور زبر دونوں کا احتمال ہے۔ اگر زیر ہو تو اس میں جانور کے حمل سے تشبیہ ہے، کہ جس طرح ماں حاملہ ہوتی ہے اور بچے کے تخلیقی مراحل طے پاتے ہیں یہی حال کھجور کے درخت کا ہے، اور اگر حرف "حا" کی زبر ہو تو اس میں کسی چیز کو سر پر اٹھانے سے تشبیہ ہے کہ کھجور کا درخت بھی اپنا پھل اپنی ٹہنیوں پر اٹھاتا ہے۔ (٦٩) ایسے ہی شمائل کی حدیث میں ہے کہ "آپ ﷺ نے غزوہ احد میں دو زرہیں زیب تن فرمار کھی تھیں" اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت سائب بن یزید نے فرمایا "قد ظاهر بينهما "اس جملہ کی تشریح میں شیخ لکھتے ہیں کہ:

" أي جمع بينهما ولبس إحداهما فوقالأخرى ، كأنه من التظاهر والتعاون أو كأنه جعل إحداهما ظاهرةً وأخرى باطنةً-"(٧٠)

"آپ نے دو زرہوں کو اس طرح جمع فرمایا کہ ایک کو دوسری کے اوپر پہن لیا اور وہ دونوں ایک دوسری

کی پشت پناہی اور مدد کر رہی تھیں یا یہ کہ ان میں سے ایک ظاہر تھی اور دوسری چھپی ہوئی تھی۔"

پھر آگے بڑھ کر شارح نے دو زرہیں پہننے کی حکمت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں لکھا ہے:

"ولُبس دِرعین یدل علی الاهتمام فی الحرب ویساعد ذالك فی الإقدام وعدم الاکتراث بالعدوّ-"(۷۱)

پیغمبر علیہ السلام دو زرہیں پہن کر امت کو یہ تعلیم دے رہے تھے کہ جنگ کے لئے سنجیدگی سے اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے اور اس احتیاط سے دشمن کی پرواہ کئے بغیر اس کا مقابلہ کرنے میں مدد حاصل ہوتی ہے۔

اس کتاب میں اسناد کی بحث بھی بڑی عمدگی سے کی گئی ہے اور بعض وہ باتیں جو شیخ البانی نے چھوڑ دی تھیں انھیں ذکر کیا گیا ہے بلکہ بعض مقامات پر ان سے اختلاف بھی کیا گیا ہے، اور اس پر مزید گفتگو آگے سلسلہ نمبر دو میں ہوگی۔

مذکورہ بالا شروح اپنی ذاتی حیثیت سے اگرچہ باہم کچھ فرق رکھتی ہیں، لیکن مجموعی طور پر شمائل ترمذی کے حوالے سے ان سب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ جو شمائل سے متعلقہ تمام واقعات، حقائق اور احکام کے پس منظر کے ساتھ ان کے الفاظ کی ظاہری اور باطنی حدود و قیود کا تعین کرتی ہیں، اور متعلقہ توضیحات کو بھی سامنے لاتی ہیں تاکہ ان کے بارے میں کسی قسم کی پوشیدگی اور اساسی طور پر کسی شبہ کی گنجائش نہ رہے، معلوم ہوتا ہے کہ ان شروحات نے ایک طرف اپنے زمانہ اور علاقہ میں علم حدیث اور فن شمائل کی خدمات انجام دیں اور دوسری طرف پوری دنیا میں معرفت رسول ﷺ اور معرفت حدیث کو عام کیا۔

مذکورہ کتب میں سے پہلی "۹" کتب قدیم اسلوب کی نمائندہ اور آخری "۶" جدید طرز تحریر کی حامل معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں اسلوب بیاں اور مواد ہر دو اعتبار سے نمایاں طور پر کئی فروق موجود ہیں، قدیم شروحات میں متن کے تلفظ، لغوی تحقیق، صرفی نحوی مباحث کو قدرے مشکل انداز اور پیرائے میں بیان کیا گیا ہے، ان میں سے بعض اجمالی اور بعض تفصیلی نوعیت کی حامل ہیں۔ اور ملا علی قاری کی شرح جامعیت میں امتیازی مقام رکھتی ہے۔

جدید شروح کی ابتداء بالعموم ایک مقدمہ سے کی جاتی ہے، لفظی مباحث بقدر ضرورت اور قلیل مقدار میں ہوتی ہیں، ان میں جدید تعلیم یافتہ حضرات کو مدنظر رکھ کر شرعی احکام کی حکمت، شبہات کے جوابات اور آسان الفاظ کا انتخاب ملحوظ رکھا جاتا ہے، اور سب سے اہم اور مستحسن بات یہ کہ ان کتب میں تخریج احادیث اور ان کی صحت وضعف کی تحقیق کا رجحان بڑھ گیا ہے بلکہ ان کے مابین مقابلہ کی صورت حال دکھائی دیتی ہے اور آگے اسی سلسلہ کتب پر گفتگو کی جارہی ہے۔

سلسلہ دوم: کتب تحقیق رجال شمائل ترمذی

سلسلہ دوم میں شامل کتب سے وہ کتابیں مراد ہیں جن میں شمائل ترمذی کے متن کی بجائے سند کی شخصیات کی تشریح کی جائے، ان کا تعارف اور ان کے معتبر اور غیر معتبر ہونے کے حوالے سے محققین کی آراء پیش کی جائیں تاکہ قارئین کے لئے مختلف فیہ احادیث کی صحت یا ضعف کا فیصلہ کرنے میں آسانی پیدا ہو، اس سلسلہ میں بھی قدیم وجدید بہت سی کتب لکھی گئی ہیں جن میں سے راقم کو مندرجہ ذیل دس کتب دستیاب ہو سکی ہیں۔

۱. بهجة المحافل وأجمل الوسائل فی التعریف برواة الشمائل مؤلفة ابراهیم بن ابراهیم بن حسن اللقاني، مصري، مالكي

۲. مختصر الشمائل المحمدية مؤلفة عبد المجيد الشرنوبي(م۱۳۴۸ھ)

۳. التعليق والإشراف على الشمائل المحمديه مؤلفة عزت عبيد الدعاس(م۱۴۲۰ھ)

۴. مختصر الشمائل المحمديه ﷺ مؤلفة محمد ناصر الدين الألبانى م۱٤۲۰ھ

۵. تحقيق وتخريج و تعليق على الشمائل المحمدية ﷺ مؤلفة عبده علي كوشك (م۱٤۳٦ھ)

۶. شرح شمائل النبي ﷺ مؤلفة عبد الرزاق البدر

۷. تحقيق وتعليق على الشمائل المحمديه ﷺ مؤلفة سعيد بن عباس الجليمي

۸. الضبط والتصحيح على الشمائل المحمدية ﷺ مؤلفة محمد عبدالعزيزالخالدي

۹. التحقيق والتخريج على شمائل النبي ﷺ مؤلفة ماهر ياسين فحل

۱۰. التحقيق والتعليق على شمائل النبي ﷺ مؤلفة ابوعبدالله السيد بن احمد حموده

مذکورہ بالاکتب میں سے پہلی کتاب "بهجة المحافل وأجمل الوسائل فى التعريف برواة الشمائل" گیارھویں صدی ھجری کے نامور عالم برہان الدین ابراہیم بن حسن اللقانی مصری کی ہے جو اپنے عہد میں مالکیہ کے امام تھے، مختصر الخلیل کا حاشیہ لکھا، اور علم عقائد، حدیث، لغت، تاریخ پر کئی کتابیں لکھیں، قاہرہ میں آپ کی طرف منسوب شارع ابراہیم پاشا اللقانی موجود ہے، ۱۰۴۱ھ میں وفات پائی۔ (۷۲) آپؒ کا انداز بیان یہ ہے کہ حدیث کی سند کی ترتیب کے مطابق ایک ایک راوی کا تعارف کراتے ہیں اور وہ اس طرح کہ راوی کے نام کا تلفظ، اس کا نسب، اس کے اساتذہ وتلامذہ اور اس کے بعض احوال تحریر کرتے ہیں اور بعض اوقات موقع کی مناسبت سے ان کی خصوصیات، فضائل اور متعلقہ علمی تفاصیل بھی بیان کرتے ہیں، مثال کے طور پر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تذکرہ میں ان کی طرف سے نبوی خدمت اور نبوی محبت کا تذکرہ احسن طور پر کیا اور آخر میں یہ واقعہ لکھا کہ آپ نے حضرت ثابت بنانی کو نبی اکرم ﷺ کا بال مبارک دے کر یہ وصیت کی کہ ان کی وفات کے بعد اسے ان کی زبان کے نیچے رکھ دیا جائے اور ایسے ہی کیا گیا۔ (۷۳)

بعض مواقع پر راویوں کی انفرادی حیثیت کے حوالے سے ان کی صحت وضعف پر بھی ائمہ کرام کے اقوال نقل کرتے ہیں اور کبھی درمیان میں "تنبیہ" کا عنوان دے کر کسی خاص بات کی وضاحت بھی کرتے ہیں۔ اور سند کے راویوں پر گفتگو مکمل کرنے کے بعد آخر میں بعض اوقات سند کی مجموعی کیفیت پر بھی مختصر تبصرہ کرتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس تصنیف لطیف میں رجال کے تعارف کے حوالے سے تو قابل قدر گفتگو کی گئی ہے مگر اس میں احادیث کی تخریج نہیں کی گئی اور نہ ہی حدیث کی صحت اور اس کے ضعف پر کسی قسم کا حکم لگایا گیا ہے۔ اس کے برعکس مذکورہ بالا فہرست میں درج کی گئی باقی "۹" کتب میں احادیث کی تخریج اور ان کی صحت وضعف کی تحقیق کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اور ان "۹" کتابوں میں سے ابتدائی "۶" کتب کا ذکر سابقہ سلسلہ اول میں بھی کیا جا چکا ہے، چونکہ ان کتابوں میں احادیث کی شرح کے ساتھ ساتھ ان کے رجال کی تحقیق کا بھی التزام کیا گیا ہے اس وجہ سے دونوں سلسلوں میں انھیں شامل کرنا پڑا۔ ذیلی سطور میں تمثیل کے طور پر شمائل کی ایک حدیث مبارک کو پیش نظر رکھتے ہوئے مذکورہ تمام کتب کی تحقیق کا خلاصہ سپرد قلم کیا جا رہا ہے جس سے ان کا تحقیقی اسلوب اور ان کی جدوجہد کا جائزہ لینے میں مدد حاصل ہو گی۔

شمائل ترمذی کے "باب ماجاء في خاتم النبوة" کی حدیث نمبر "۲" حضرت جابر بن سمرہ سے ہے: "رأيت الخاتم بين كتفَي رسولِ الله ﷺ غدةً حمراءَ، مثلَ بَيْضة الحمامة" کہ "میں نے رسول اللہ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو دیکھا جو کبوتر کے انڈے جیسا گوشت کا سرخ ٹکڑا تھا" اب ہم ان کتب کی ترتیب کے مطابق یہ دیکھتے ہیں کہ اس حدیث کی استنادی حیثیت کے بارے میں ان محققین نے کیا لکھا ہے:

۱. عبدالمجید شرنوبی فرماتے ہیں: "أخرجه مسلم: ۲۳۴۴" (۷۴)۔ یعنی "اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے اور

حدیث نمبر ۲۳۴۴ ہے۔"

۲. عزت دعاس لکھتے ہیں: "امام ترمذی نے لفظ "غدۃ" میں تفرد کیا ہے اور اس حدیث کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔" (۷۵)

۳. محمد ناصر الدین البانی کہتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے اور اسے امام مسلم نے نمبر ۲۳۴۴ پر اور طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے۔ (۷۶)

۴. شیخ عبدہ علی کوشک نے بھی محض اتنا لکھا کہ اسے مسلم نے نقل کیا ہے۔ (۷۷)

۵. عبد الرزاق البدر فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں ایوب بن جابر راوی ضعیف ہے، اور مسلم نے اس حدیث کو دوسرے الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے صحیح مسلم کی پوری حدیث درج کر دی ہے۔ (۷۸)

۶. شیخ سعید بن عباس الحلیمی لکھتے ہیں: "یہ حدیث ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ایوب بن جابر راوی ضعیف ہے، امام مسلم نے اسے حضرت شعبہ اور حسن بن صالح سے روایت کیا ہے جس میں "غدۃ حمراء" کے الفاظ نہیں ہیں اور اس حدیث کو احمد، طبرانی اور ابن عدی نے بھی ان الفاظ کے بغیر ہی روایت کیا ہے"۔ (۷۹)

۷. ماہر یاسین فحل تحریر فرماتے ہیں: ایوب بن جابر کی وجہ سے اس میں ضعف ہے مگر اس حدیث کو احمد اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے، لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے، پھر یہ بھی وضاحت کی کہ اس حدیث کو ابن سعد، ابن ابی شیبہ، احمد، نسائی، ابو یعلی، ابن حبان، طبرانی، بیہقی، اور بغوی نے بھی نقل کیا ہے۔ (۸۰)

۸. محمد بن عبد العزیز الخالدی نے صرف حدیث کی تخریج کی کہ اسے امام مسلم نے شعبہ اور حسن بن صالح سے روایت کیا ہے۔ (۸۱)

۹. ابو عبد اللہ السید احمد بن حمودہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ایک لحاظ سے صحیح ہے مگر اس میں الفاظ "غدۃ حمراء" میں ضعف پایا جاتا ہے جس کے راوی ایوب بن جابر ہیں اور ایوب بن جابر کی مخالفت تین راویوں نے کی ہے اور وہ تینوں "ایوب بن جابر" سے زیادہ قوی ہیں ان میں سے ایک حسن بن صالح ہیں جنھوں نے اس حدیث کو صحیح مسلم، طبقات ابن سعد، معجم طبرانی، کامل ابن عدی اور سنن بیہقی میں نقل کیا ہے، دوسرے شعبہ ہیں جن کی حدیث مسند احمد، مسند طیالسی، صحیح بن حبان، مستدرک حاکم اور طبرانی کبیر میں روایت کی گئی ہے، تیسرے راوی اسرائیل ہیں جن کی روایت صحیح مسلم، مسند احمد، مصنف ابن ابی شیبہ، طبقات ابن سعد، صحیح ابن حبان، مسند ابی یعلی اور سنن بیہقی میں ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں: بلا شبہ ان سب کی روایت صحیح مگر ترمذی کی روایت ضعیف ہے۔ (۸۲)

اس تحقیق سے دو باتیں واضح ہوئیں:

- یہ کہ مذکورہ حدیث کے راوی ایوب اور اس کے الفاظ "غُدۃ حمراء" واضح طور پر ضعیف ہیں۔
- کہ اس حقیقت کے ادراک کے بعد مجموعی اور اجمالی طور پر اس حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تفصیل بتانا اور دونوں صورتوں میں فرق کرنا ضروری ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مذکورہ محققین میں سے شیخ شرنوبی، عبدہ علی اور الخالدی نے حدیث بالا کی تخریج کرتے ہوئے کہا کہ اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس لئے ان کی یہ بات نامکمل ہے کیونکہ صحیح مسلم میں اس حدیث کا ایک حصہ موجود نہیں۔ شیخ البانی نے پوری حدیث کو صحیح قرار دیا ہے تو یہ فیصلہ بھی جزوی اعتبار سے کیا گیا ہے نہ کہ کلی طور پر۔ عزت دعاس اور ماہر یاسین فحل نے ایک طرف کہا کہ حدیث ضعیف ہے، دوسری طرف یہ دعوی کیا کہ صحیح مسلم

میں موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہ بات بھی ابہام سے خالی نہیں ہے، البتہ البدر اور الحلبیمی نے اجمالی طور پر حدیث کے دونوں حصص کا فرق پیش کر دیا لیکن ان کی توضیح اور حوالہ جات میں کمی ہے۔

ان سب محققین کے مقابلے میں شیخ حمودہ کی تحقیق میں ظاہری طور پر زیادہ وضاحت وجامعیت پائی جاتی ہے، کیونکہ انھوں نے اس حدیث کے دونوں حصوں کے مابین فرق بیان کر کے مدلل طریقے سے راجح اور مرجوح الفاظ کا تعین کیا اور پھر قابل ترجیح حصہ کے جملہ رواۃ اور مویدات کا احاطہ کر دیا ہے۔ لیکن مزید تحقیق و تفتیش سے یہ بھی منکشف ہوتا ہے کہ شیخ حمودہ کی یہ تحقیق صرف الفاظ حدیث تک محدود ہے ،اگر معنوی اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ دو الفاظ ہیں: (ا) "غُدة" بمعنی " گوشت کا ٹکڑا" (۲) "حمراء" بمعنی " سرخ"۔ اب ان میں سے پہلے لفظ کا مفہوم صحیح احادیث میں موجود ہے جیساکہ صحیح بخاری میں ہے" زرّالحجلة" (۸۳) بمعنی "مسہری کی گھنڈی" یا" چکور کا انڈا" اور مسند احمد کی صحیح حدیث ہے: " السِلعة بين كتفيه" (۸۴) یعنی "دونوں کندھوں کے مابین ابھراہو گوشت "مسند احمد کی دوسری صحیح حدیث ہے: "كأنه جُمعٌ" (۸۵) یعنی گویا کہ وہ ہاتھ کی مٹھی کی طرح گول تھی، ان احادیث صحیحہ سے مذکورہ لفظ "غُدة" کی معنوی توثیق ہوتی ہے، لیکن حدیث بالا کے دوسرے لفظ "حمراء" کی تائید مقالہ نگار کی معلومات کی حد تک کسی صحیح حدیث سے نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم کہ سکتے ہیں کہ اس ایک لفظ کے علاوہ اس حدیث کے باقی الفاظ یا ان کا مفہوم مستند طور پر ثابت ہے، البتہ اس کی سند کے ایک راوی سماک بن حرب پر بھی بعض نے کلام تو کیا ہے مگر وہ ان کی آخری عمر کے حوالے سے ہے، اس لئے ابو حاتم، یحیٰ بن معین، احمد بن عبداللہ اور یعقوب سدوسی جیسے محقق محدثین نے انکی توثیق کی ہے۔ (۸۶) بہر حال اس مختصر جائزہ سے مجموعی طور پر تمام کتب رجال کی تحقیقی صورت حال ظاہر ہو جاتی ہے۔

خلاصہ بحث:

خلاصہ کلام یہ کہ علم شمائل النبی ﷺ بنیادی طور پر کتب حدیث کا ایک ذیلی موضوع ہے۔ جس کا علمی مواد کتب حدیث میں ہی متقدمین محدثین کرام کی مساعی جمیلہ سے جمع ہوا، اور پھر کتب شروح حدیث میں اس سے متعلقہ تمام ذیلی توضیحات ومباحث متاخرین محدثین کی خدمات کے نتیجے میں بیان ہوئیں۔ لیکن اس موضوع کا تعلق چونکہ آنحضرت ﷺ کے ذاتی اوصاف و محاسن اور آپ کی معرفت سے تھا، جو کہ ایک اعتبار سے اہل اسلام کے ایمان کی جان ہے اور توحید الٰہی سمیت پورے دین کا مدار اسی پر ہے بشرطیکہ آپ کی معرفت آپ ہی کے فرامین کے مطابق اور غلو سے پاک ہو، تو اس لئے امت مسلمہ میں اس علم کو باقاعدہ ایک فن کی حیثیت سے پذیرائی حاصل ہوئی، تاآنکہ امام ترمذی نے شمائل النبی پر مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔

اس کے نتیجے میں بہت سے اہل علم نے اسی طرز پر شمائل کی مستقل کتابیں تحریر کیں: مثال کے طور پر ابوبکر ابن المقری (م۳۸۱ھ) ، ابوالعباس جعفر المستغفری (م۴۳۲ھ)، حسین بن مسعود بغوی شافعی (م۵۱۶ھ)، محمد بن عتیق ازدی غرناطی (م۶۴۶ھ) وغیرہ کے اسمائے گرامی بطور نمونہ ذکر کئے جاسکتے ہیں اور عصر حاضر میں ام شعیب الوادعیہ کی "الصحيح المسند من الشمائل المحمدية "اور ہمام عبدالرحیم ملحم کی"موسوعة الاحاديث الشمائل" جیسی مایہ ناز کتب بھی مرتب ہوچکی ہیں۔ لیکن شمائل ترمذی کو جو اعزاز حاصل ہوا اس کی تمثیل دوسری کتب میں نہیں ملتی۔ اس لئے اس تصنیف لطیف کی بہت سی شرحیں لکھی گئیں جن میں سے عربی شروح کی تعداد سو سے متجاوز ہے، جبکہ کتب رجال، کتب اختصار، کتب نظم شمائل اور صوتی شروح ان کے علاوہ ہیں۔ اور اگر دیگر زبانوں میں ہونے والے کام اور ان کے تراجم کی تعداد شامل کی جائے تو قرآن مجید کی تفاسیر وتراجم کے بعد یہ سب سے بڑی تعداد بنتی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ جس طرح کتاب اللہ کے بعد صحیح

بخاری کو صحت کے لحاظ سے باقی تمام کتب پر برتری حاصل ہے، اسی طرح یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ شمائل ترمذی وہ موقر کتاب ہے جسے قرآن کریم کے بعد جملہ خاص وعام میں سب سے زیادہ مرکزیت ومقبولیت اور فوقیت ملی ہے، باوجودیکہ اس کی کچھ احادیث ضعیفہ ہیں۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر، بیروت، طبع دوم، ۱۴۱۴ھ، ۳۶۹/۱۱۔

(۲) راغب، الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار العلم، بیروت، طبع اول، ۱۴۱۲ھ، ص ۴۶۴۔

(۳) ھمام عبد الرحیم سعید، دکتور، الموسوعۃ الاحادیث الشمائل النبویۃ، مکتبہ الملک فہد، الریاض، ۱۴۳۳ھ، ۸/۱

(۴) الترمذی، محمد بن عیسی، امام، الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ، مع تحقیق: الجلیمی، المکتبۃ التجاریہ، مکۃ المکرمہ، طبع اول ۱۹۹۳ء، ص ۲۸۴، (باب ما جاء في خلق الرسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۸)

(۵) حوالہ سابقہ، ص ۳۴، (باب ما جاء في خلق الرسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۸)

(۶) حوالہ سابقہ، ص ۳۴، (باب ما جاء في خلق الرسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۸)

(۷) حوالہ سابقہ، ص ۳۰، (باب ما جاء في خلق الرسول الله ﷺ، حدیث نمبر ۳)

(۸) حوالہ سابقہ، ص ۳۱ (باب سابقہ، حدیث نمبر ۵)

(۹) ابن ندیم، محمد بن اسحاق، الفہرست، دار المعرفہ، بیروت، ۱۹۹۷، طبع دوم، ص ۱۳۰)

(۱۰) فاروق حمادہ، دکتور، مصادر السیرۃ النبویۃ وتقویمھا، دار القلم، دمشق، تاریخ ندارد، ص ۲۶)

(۱۱) اس عہد کی مزید کتابیں یہ ہیں: محمد بن عبد اللہ الوراق (م ۲۴۹)، کی "اخلاق النبی"، زبیر بکار (م ۲۵۶ھ) کی "مزاح النبی"، امام داؤد ظاہری کی "صفۃ اخلاق النبی"، امام ابوداود سجستانی (م ۲۷۵ھ) کی "معیشۃ النبی"، ابن ابی دنیا (م ۲۸۱ھ) کی "صفۃ النبی ﷺ"، اور قاضی اسماعیل مالکی کی "اخلاق النبویۃ"۔ (حوالہ سابقہ)

(۱۲) شمائل ترمذی کے اصل نام میں اہل علم کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ حاجی خلیفہ (م ۱۰۶۸ھ) اور خیر الدین زرکلی (۱۳۹۶ھ) نے "الشمائل النبویۃ والخصائص المصطفویۃ" لکھا ہے۔ (حاجی خلیفہ، کشف الظنون، مکتبہ المثنی، بغداد، ۱۹۴۱، ۱۰۵۹/۲)، زرکلی، الاعلام، دار العلم للملایین، طباعت ۱۵، ۲۰۰۲ء، ۳۲۲/۶)۔ البتہ عصر حاضر کے اکثر شارحین مثلاً شیخ البانی، سید بن عباس الجلیمی، عبدہ علی کوشک، عبد المجید شرنوبی، اور عبد العزیز الخالدی نے الشمائل المحمدیۃ والخصائل المصطفویۃ تحریر کیا ہے،

جبکہ قدیمی شروح ترمذی کے نام اور دیگر مصادر سے پتہ چلتا ہے اس کا نام صرف "الشمائل" تھا جیسا کہ ابن حجر ہیتمی کی شرح کا نام ہے اشرف الوسائل الی فھم الشمائل، علامہ سخاوی کی اقرب الوسائل شرح الشمائل، ابوالخیر شیرازی کی نشر الفضائل فی شرح الشمائل، اور ملا علی قاری کی جمع الوسائل فی شرح الشمائل کے نام سے ہے۔ اس کے علاوہ

عصر حاضر کے شارح شیخ ماھر یاسین فحل نے شرح کے مقدمہ میں شمائل ترمذی کے بعض متون کے ابتدائی صفحات کی جو فوٹوکاپیاں پیش کی ہیں ان میں سے اکثر نسخوں پر صرف الشمائل لکھا ہوا ہے، اور ایک نسخہ پر کتاب شمائل رسول ﷺ لکھا ہوا ہے۔ (ماھر یاسین فحل، تحقیق و تخریج شمائل النبی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اول ۲۰۰۰ء، ص-۱۷-۳۲)۔ علاوہ ازیں امام ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں لکھتے ہیں: "کتابه المشهور بالشمائل" کہ "امام ترمذی کی کتاب شمائل کے نام سے معروف ہے" (ابن کثیر، البدایه والنهایه، دار الفکر، بیروت، ۱۹۸۶، ۱۱/۲۶)۔ ایسے ہی شارح مناوی نے کہا ہے (المناوی، محمد عبد الرؤف، شرح الشمائل، (مع جمع الوسائل للملا علی قاری) طبع علی نفقۃ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، تاریخ ندارد، ۱/۲)۔ اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اصل نام صرف "الشمائل" ہے۔

(۱۳) ذہبی، سیرأعلام النبلاء، موسسہ الرسالہ، بیروت، طبع سوم، ۱۹۸۵ء، ۲۷۰/۱۳؛ جلیمی، تحقیق و تخریج علی الشمائل، مکتبہ التجاریہ، مکہ المکرمہ طباعت اول، ۱۹۹۳ء ص ۲۱.

(۱۴) ابن حجر، عسقلانی، تھذیب التھذیب، مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ، الہند، طبعی اول ۱۳۲۶، ۳۸۹/۹.

(۱۵) ابن کثیر، البدایه والنهایه، ۱۱/۶.

(۱۶) مناوی، محمد عبد الرؤف، شرح الشمائل، ۲/۱۔

(۱۷) ملا علی قاری، جمع الوسائل، فی شرح الشمائل، مطبعۃ شرفیۃ، مصر، تاریخ ندارد، ۲/۱۔

(۱۸) البانی، محمد ناصر الدین، مختصر الشمائل المحمدیه، مکتبہ اسلامیہ، اردن، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ، ص ۸۔

(۱۹) حوالہ سابقہ، ص ۱۰-۲۱۳۔

(۲۰) زرکلی، خیر الدین، الاعلام، دار العلم للملایین، طباعت ۵، ۲۰۰۲، ۳۰۱/۱۳

(۲۱) سیوطی، زھر الخمائل، مع تحقیق مصطفیٰ عاشور، مکتبۃ القرآن، قاہرہ، تاریخ ندارد، ص ۶۸.

(۲۲) حوالہ سابقہ، ص ۹۷

(۲۳) زرکلی، الاعلام، ۲۳۲/۱

(۲۴) قسطلانی، شہاب الدین، حاشیہ علی الشمائل، مخطوطہ، مکتبہ جامعۃ الملک سعود، سعودی عرب، شبکہ الاولوکۃ، (www.alolukah.net) ص ۷

(۲۵) حوالہ سابقہ، ص ۲۲

(۲۶) زرکلی، الاعلام ۶۶/۱

(۲۷) اسفرائینی، عصام الدین، شرح الشمائل، مخطوط، مکتبہ الاستاد الدکتور محمد بن ترکی الترکی، شبکہ ا لاولوکۃ، (www.alolukah.net) ص ۸۔

(۲۸) حوالہ سابقہ، ص ۲۷۲۔

(۲۹) زرکلی، الاعلام، ۱۲/۶۔

(۳۰) ھیتمی، احمد بن حجر، اشرف الوسائل، مع تحقیق احمد بن فرید المزیدی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع اول،

۱۹۹۸، ص۳۹-۳۲۔

(۳۱) حوالہ سابقہ، ص۴۰۔

(۳۲) زرکلی، الاعلام، ۱۲/۵۔

(۳۳) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۳/۱۔

(۳۴) ترمذی، الشمائل المحمدیة، مع تحقیق: الجلیمی، ص۲۹، ۲۸۔

(۳۵) بخاری، الصحیحالجامع ، کتاب المناقب، باب صفة النبی، حدیث نمبر ۳۵۴۷۔

(۳۶) ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱۵/۱۔

(۳۷) ترمذی، الشمائل المحمدیة، مع تحقیق: الجلیمی، ص۱۰۲۔

(۳۸) بخاری، الصحیحالجامع ، کتاب الجهاد والسیر، باب من حدث بمشاهده في الحرب، ۲۸۲۵، ملا علی قاری، جمع الوسائل، ۱۶۱/۱۔

(۳۹) کحالہ عمر بن رضا، معجم المؤلفین، مکتبہ المثنی، بیروت، تاریخ ندارد، ۱۶۶/۱۰، زرکلی، الاعلام، ۲۰۴/۶۔

(۴۰) مناوی، محمد عبدالرؤف، شرح الشمائل، مع شرح جمع الوسائل، طبع علی نفقة مصطفیٰ البانی، مصر، تاریخ بغداد، ۵۷/۱۔

(۴۱) حوالہ سابقہ، ۲۳/۱۔

(۴۲) حوالہ سابقہ، ۲۳/۲۔

(۴۳) حوالہ سابقہ، ۱۰۶/۱۔

(۴۴) حوالہ سابقہ، ۱۰۷/۱۔

(۴۵) زرکلی، الاعتصام، ۸/۷۔

(۴۶) جسوس، محمد بن قاسم، الفوائدالجلیة البهیةعلی الشمائل المحمدیة، مطبعةالجمالیة، مصر، تاریخ ندارد، ص۱۰۔

(۴۷) حوالہ سابقہ، ص۹۔

(۴۸) شرقاوی عبداللہ بن حجازی، شرح مختصر الشمائل المحمدیة، فریق کشیدة لخدمة التراث، القاہرة، (سلسلہ کنوز الازہرین) تاریخ ندارد، ص۸۔

(۴۹) حوالہ سابقہ، ص۱۱۔

(۵۰) حوالہ سابقہ۔

(۵۱) حوالہ سابقہ، ص۱۷۔

(۵۲) زرکلی، الاعلام، ۱۷/۱۔

(۵۳) سورہ البقرہ، ۱۷:۲۔

(۵۴) الباجوری، ابراہیم بن محمد، المواهب اللدنیه، اعتنی به محمد عوامه، القاہرہ، طبع اول، ۲۰۰۱، ص۸۱۔

(۵۵) حوالہ سابقہ، ص۸۲۔

(۵۶) زرکلی، الاعلام ۱۴۳/۴۔

(۵۷) شرنوبی، عبد المجید، مختصر الشمائل المحمدیہ، دار البیروتی، دمشق، طبع دوم، ۲۰۰۹، ص ۲۵۔

(۵۸) الدعاس، عزت عبید، القواعد الفقهية، دار الترمذی، دمشق، ۱۹۸۹ء، طبع سوم، ص ۶۔

(۵۹) ترمذی، الشمائل المحمدية، مع تحقیق: الجلیمی، ص ۵۲ (باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ ﷺ، حدیث نمبر ۳۴)۔

(۶۰) الدعاس، تحقیق وتخریج وتعلیق علی الشمائل المحمدیہ، دار الحدیث للطباعہ، بیروت، طبع دوم، ۱۹۸۸ء، ص ۲۵۔

(۶۱) محمد ناصر الدین البانی - ویکیپیڈیا، الموسوعة الحرة (https://ar.wiki pedia.org)۔

(۶۲) البانی، محمد ناصر الدین، مختصر الشمائل المحمدیہ، المکتبہ الاسلامیہ، عمان، اردن، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ، ص ۴۔

(۶۳) حوالہ سابقہ، ص ۹۔

(۶۴) الباحث المحقق والداعية المصلح عبدہ کوشک رابطة العلماء السوريين (www.isamsyria.com)۔

(۶۵) عبدہ علی کوشک، التحقیق والتخریج والتعلیق علی الشمائل الترمذی، مکتبہ نظام یعقوبی الخاصہ، المنامہ، بحرین، طبع پنجم، ۲۰۱۲ء، ص ۱۸۷۔

(۶۶) ترجمة الشيخ الدكتور عبد الرزاق العباد البدر. الآجر، شبكة سلفية متخصصة في المتون وشروحها.

(۶۷) البدر، عبد الرزاق، شرح شمائل النبی، طبع علی نفقة بعض المحسنین، مدینہ منورہ، تاریخ ندارد، ص ۱۹۔

(۶۸) ترمذی، الشمائل المحمدية، مع تحقیق: الجلیمی، ص ۴۴ (باب ماجاء فی خاتم النبوہ، حدیث نمبر ۲۱)۔

(۶۹) حوالہ سابقہ، ص ۱۱۰ (باب ماجاء فی صفة درع رسول الله صلى الله عليه وسلم، حدیث نمبر ۱۱۲)۔

(۷۰) جلیمی، التحقیق والتعلیق علی الشمائل المحمدیة، ص ۱۰۱۔

(۷۱) حوالہ سابقہ، ص ۲۴۰۔

(۷۲) زرکلی، الاعلام، ۲۸/۱۔

(۷۳) اللقانی، ابراہیم بن حسن، بهجة المحافل وأجمل الوسائل فی التعریف برواة الشمائل، مع تحقیق: شادی بن محمد آل نعمان، مرکز النعمان للبحوث، یمن، طبع اول، ۲۰۱۱ء، ۵۹/۱۔

(۷۴) شرنوبی، مختصر الشمائل المحمدیہ، ص ۴۲۔

(۷۵) الدعاس، القواعد الفقهية، ص ۱۷۔

(۷۶) البانی،، مختصر الشمائل المحمدیہ، ص ۳۰۔

(۷۷) عبدہ علی کوشک، التحقیق والتخریج والتعلیق علی الشمائل الترمذی، ص ۵۳۔

(۷۸) البدر، شرح شمائل النبی، ص ۴۹۔

(۷۹) جلیمی، التحقیق والتعلیق علی الشمائل المحمدیة، ص ۴۳۔

(۸۰) ماہر یاسین فحل، التحقیق والتخریج علی شمائل النبی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اول، ۲۰۰۰ھ، ص ۴۳۔

(۸۱) الخالدی، محمد بن عبد العزیز، الضبط والتصحیح علی الشمائل المحمدی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، طبع سوم، ۱۹۷۱ء، ص ۱۴۔

(۸۲) السید احمد بن حمودہ، التحقیق والتعلیق علی شمائل النبی، مطبعہ العمرانیہ للاوفست، مصر، طبع اول، ۲۰۰۸ء، ص ۶۰۔

(۸۳) بخاری، الصحیح الجامع، کتاب الوضوء، باب بغیر عنوان، حدیث نمبر ۱۹۔

(۸۴) احمد، المسند، حدیث نمبر ۷۱۰۹

(۸۵) حوالہ سابقہ، حدیث نمبر ۲۰۷۷۰۔

(۸۶) ذہبی، سیر اعلام النبلاء، موسسہ الرسالہ، بیروت، طبع سوم، ۱۹۸۵ء، ۲۴۷/۵۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆